

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل خود شیعہ تھے

شیعیوں کی معتبر کتب سے سنسنی خیز انکشافات

سائخہ کربلا کی حقیقت
مآخوذ از

تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین

إفادات

مولانا اللہ یار خان صاحب



ناشر

تحریک اُخفیفہ پاکستان
حریک اُفقتہ پاکستان

امام مظلوم

حضرت امام حسینؑ نے وطن سے دُور جس بے نوائی کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی اور جس عظیم قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کنبہ کو شہید کرایا اس کی مثال تاریخ انسانی میں ڈھونڈے نہیں ملے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کے اس عظیم فرزند پر یہ مصائب کس جانب سے آئے، کون سے ہاتھ ان کے لیے آگے بڑھے اور کیوں؟

اس واقعہ کے عینی شاہد یا تو قاتل ہیں یا مقتولین کے گروہ میں سے جو بچ گئے۔ اس لیے سادہ طریق تحقیق تو یہ ہے کہ بچے کچھے مظلومین سے پوچھا جائے کہ تمہارا قاتل کون ہے اور قاتل گروہ سے پوچھا جائے کہ تمہارا جواب دعویٰ کیا ہے۔ اگر مدعی کے بیان کے بعد مظلوم اپنے جرم کا اقرار کر لے تو کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اقرار جرم کے بعد مظلوم مظلوم نہیں رہتا بلکہ مجرم قرار پاتا ہے۔

موضوع ۱:- قاتلین حسینؑ کون تھے؟ شیعہ یا غیر شیعہ۔

جواب کے لیے مقدمات:-

- ۱۔ مدعی کون ہے؟
- ۲۔ مدعا علیہ کون ہے یعنی مدعی کا دعویٰ کس کے خلاف ہے؟
- ۳۔ گواہ کون ہیں؟

- ۴۔ کیا وہ عینی شاہد ہیں یا ان کی شہادت سماعی ہے؟
- ۵۔ اگر یہ شہادت مدعی کے بیان کے موافق ہے تو دعویٰ ثابت اگر خلاف ہے تو مردود ان امور کی روشنی میں واقعہ کا جائزہ لینا چاہئے

مقدمہ اول: مدعی امام حسینؑ، آپؑ کے اہل بیت اور آپؑ کے ہمراہی ہیں۔ ان پر ظلم ہوا۔ یہ خیال رہے کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے یعنی گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک ہوتا ہے اور منقرض الطامعہ ہے۔

مقدمہ دوم :- مدعا علیہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے امام کو بلایا اور ظلم سے قتل کیا۔
مقدمہ سوم :- قاعدہ کی رو سے گواہ، مدعی اور مدعا علیہ سے جدا کوئی اور ہونا چاہیے۔
مقدمہ چہارم :- کوئی عینی شاہد نہیں جو چشم دید واقعہ بیان کر سکے۔ کیونکہ کربلا پٹیل
 میدان تھا۔ اس کے گرد کوئی آبادی نہ تھی، اس لیے جو گواہ پیش ہوگا
 اس کی شہادت سماعی ہوگی۔

مقدمہ پنجم :- چونکہ شہادت سماعی ہے اس لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ گواہ نے یہ واقعہ
 قاتلین کی زبانی سنا یا یا مقتولین کی زبان سے، جو صورت بھی ہو یہ دیکھنا
 ہوگا کہ شہادت مدعی کے دعویٰ کے مطابق ہے تو قبول ورنہ مردود و اگر
 شہادت مدعی کے بیان کے خلاف ہے تو لازم آئے گا کہ گواہ نے
 مدعی کو جھوٹا قرار دیا اور امام معصوم کو جھوٹا قرار دینے والے کی شہادت
 کیونکہ قبول ہو سکتی ہے۔ لہذا کوئی ایسی روایت یا خبر خواہ کسی راوی
 کی اور خواہ کسی کتاب سے لی گئی ہو لازماً مردود ہوگی۔

اس تحقیق کے بعد جو مجرم ثابت ہو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے مجرم سمجھے ورنہ وہ اس
 آیت کا مصداق ہوگا۔ من یکب خطیئة او اثعاشہ میر ربہ میر ربہ فقد احتمل
 بہتاناً و اشعابینا۔ پ ۵ آیت ۱۱

دعویٰ کی تفصیل :- ۱۔ بیانات مدعیان

۱۔ بیان مدعی ۱۔ حضرت ایام حسینؑ نے میدان کربلا میں دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے
 فرمایا :-

اے اہل کوفہ! حیف ہے تم پر۔ کیا تم اپنے
 خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جو تم نے خدا
 تعالیٰ کو اپنے اور ہمارے درمیان دے کر
 لکھے تھے کہ اہل بیت آئیں ہم ان کے لیے
 اپنی جانیں قربان کر دیں گے حیف ہے تم پر
 تمہارے بلاؤں پر ہم آئے اور تم نے ہمیں
 ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور ہمارے لیے
 فرات کا پانی بند کر دیا۔ واقعی تم لوگ رسولؐ
 کے برے خلاف ہو کہ حضورؐ کی اولاد کے

و یلکم یا اهل الکوفة انیتم
 کتبتکم و عہدکم الی اعطیتکمھا
 و اشدت الشد علیہا و یلکم
 ادموتکم ذریۃ اهل بیت
 نبیکم و زعمتم انکم
 تقتلون النبیکم دونہم
 حتی اذا اتوکم سلطتموہم
 الی ابن زیاد منعتموہم
 من ماء العرات بنش ما غلقتم

نسیکوم فی ذریتہ ما کمہ لاسقام
ساتھ یہ سلوک کیا ہے اللہ تمہیں
اللہ یوم القیامۃ
قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

(ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواتر ص ۳۵)

امام کے بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں :-

۱۔ اہل کوفہ نے امام کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا اور عہد دیا کہ امام کی مدد کے لیے مرنے مارنے پر تیار ہوں گے۔

۲۔ جنہوں نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا انہوں نے امام پر پانی بند کیا اور امام کو قتل کے لیے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ بلانے والے شیعہ تھے یا کوئی اور گروہ تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین ص ۲۵ مجلس اول میں تصریح کر دی۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقاست دلیل
ندار و سنی بودن کوئی الاصل خلاف
اصل و محتاج دلیل است اگرچہ ابوحنیفہ
اہل کوفہ کے شیعہ ہونے کے لیے کسی دلیل
کی حاجت نہیں۔ کوفیوں کا سنی ہونا خلاف
اصل ہے جو محتاج دلیل ہے اگرچہ
ابوحنیفہ کوئی تھے۔

شیعہ عالم شوستری کی شہادت کے مطابق اہل کوفہ کا شیعہ ہونا اظہر من الشمس ہے پھر بھی مزید
دو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ جب مقام زیارہ پر امام حسین کو امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو امام نے فرمایا
قد خذ لنا شیعتنا یعنی ہمارے شیعہ نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ (خلاصۃ المصاب ص ۴۹)

ب جلاء الیمون اردو۔ امام نے معرکہ کربلا میں شیعہ کو مخاطب کر کے فرمایا :-
”تم پر اور تمہارے ارادہ پر لعنت ہو۔ اے بے وفایان جفا کار! تم نے منہ کاٹ
اضطراب و اضطراب میں ہمیں اپنی مدد کے لیے بلایا جب میں نے تمہارا کہنا مانا
اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر پھینچ
اپنے دشمنوں کی تم نے یاوری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دست بردار
ہو گئے۔“

ان بیانات سے ثابت ہو گیا کہ امام کو شیعہوں نے بلایا۔ انہوں نے پانی بند کیا اور انہوں
نے ہی قتل کے لیے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

جلاء الیمون میں امام کے بیان کے دوران ”شمشیر کینہ“ کا لفظ قابل توجہ ہے یعنی کوئی

شیعہ کے دلوں میں کوئی پُرانا بغض تھا اس لیے انتقام لینے کی غرض سے یہ نائیک کھیلا بتا رکھی اعتبار سے اس دیرینہ عداوت کی وجہ اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام کے شیدائوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پر وانوں نے اہل کوفہ سے اپنا آبائی مذہب چھڑا کر اسلام کی دولت عطا کی اور صدیوں کی پُرانی سلطنت عرب مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئی۔ آخر قومی اور مذہبی تعصب بروئے کار آگئے رہا۔

نتیجہ: مدعی اے کے بیان کے مطابق امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ تھے کوئی اور نہیں تھا۔

بیان مدعی ۲ امام زین العابدین

یا ایہا الناس ناشدکم باللہ هل
تخلصون انکم کتبتہم الی ابی رخذ متعہ
واعطیتہم من انفسکم العهد والميثاق
والبيعة وقامتہم رخذ لمتہم قتلکم
ما قدمتم لانفسکم وسؤۃ وایکم بایۃ
عین تنظرون الی رسول اللہ اذ تقول لکم
قتلتم عترتی وانتہکتہم حرمتی فلتسم من امتی
قال فارفعت اصوات الناس بالبکاء ویدعوا
بعضہم بعضا هلکتہم وما تخلصون
اجتماع ہر سی طبع ایران ۱۵۹

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ تمہیں
علم نہیں کہ تم نے میرے والد کو خطوط لکھے اور
انہیں دھوکا دیا۔ تم نے بیعت وعدہ اور بیعت کا
عہد دیا اور تم نے انہیں قتل کیا ذلیل کیا۔ خرابی
ہو تمہارے لیے جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھجیا
ہے اور خرابی ہو تمہاری بڑی رائے کی تم کس آنکھ
سے رسول کریم کو دیکھو گے جب وہ فرمائیں گے
تم نے میری اولاد کو قتل کیا میری بے حرمتی کی۔ تم
میری امت سے نہیں ہو پس رونے کی آواز بلند ہوئی
اور ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے کہ تم ہلاک ہو
گئے جس کا تمہیں علم ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ بلا نے والوں سے مخاطب ہیں اور وہی قاتل ہیں۔ رد عمل
میں ان کا اعتراف بھی موجود ہے۔

بیان دیگر۔

جب زین العابدین مرض کی حالت میں عورتوں
کے ساتھ کر بلا سے آرہے تھے تو اہل کوفہ کی
عورتیں گریبان چاک کیے مین کرنے لگیں اور مرد
بھی رو رہے تھے پس زین العابدین نے پست
آواز میں فرمایا کہ بھاری کی وجہ سے کمزور ہو
چکے تھے کوفہ والے روتے ہیں مگر یہ تو بتاؤ

لما فی علی بن الحسین زین العابدین بالنسۃ
من کربلا وکان مریضا واذ انشاء اهل الکوفة
ینتدین مشقعات الجرب والرجال معہن
یسکون فقتل زین العابدین بصوت فلیل
وقد تہکتہم العلة ان هؤلاء یشکون ومن
تلتا غیرہم۔

احتجاج طبرسی ص ۱۵۰ ہمیں قتل کس نے کیا؟

علامہ باقر مجلسی نے جلاء العیون ص ۵۳ پر امام کا بیان انہی الفاظ میں نقل کیا ہے
 ”امام زین العابدین نے باواز ضعیف فرمایا کہ تم ہم پر گریہ اور نوحہ کرتے ہو
 لیکن یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟“
 امام کے اس سوال اور اس لہجے کے اندر اس کا جواب پوشیدہ ہے۔
 مدعی ۲ کے بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ:-

(۱) اہل کوفہ نے خط لکھے (۲) اہل کوفہ نے امام کو دھوکا دیا (۳) اہل کوفہ نے امام کو
 قتل کیا (۴) اہل کوفہ شیعہ تھے (۵) قاتلین حسین کوفی شیعہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 سے خارج ہیں (۶) قاتلین حسین روئے اور ان کی عورتوں نے گریبان چاک کیے اور ہینچے
 بلکہ مستقل سنت قائم کر گئے۔

یہ خیال رہے کہ دونوں مدعی معصوم ہیں اس لیے اپنے دعویٰ میں صادق ہیں۔

بیان مدعی ۱ زینب بنت علیؑ ہمیشہ امام حسین

جب اسیران کوڑا کر بلا سے آئے کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفہ کے مردوں اور عورتوں
 نے رونا پٹینا شروع کر دیا تو حضرت زینبؑ نے فرمایا

ثم قالت بعد حمد لله والصلوة
 علی رسولہ اما بعد یا اهل الکوفة یا اهل
 الفضل والقدور والفضل الی ان قالت الابیوس
 ما قدمت لکم انفسکم ان سخط الله علیکم
 و فی العذاب انتم خالدون تبکون الی اجل
 ولله فابکوا فانکم احق بالبکاء
 فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا
 هذا تقولون ان قال النبی ص
 ماذا فعلتم و انتم اغیر الامم
 باهل بیت و اولادہ بعد مقتلہم
 اساری ومنہم من جواہدکم
 حمد و صلوة کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ! اے
 ظالمو! اے غدارو! اے رسوا کرنے والو.....
 بہت بُرا ہے جو تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے
 یہ کہ اللہ تم پر ناراض ہوا اور تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا
 رہو۔ تم روتے ہو! ماں روتے رہو کہ بچہ قتل میں رونا
 ہی زیب دیتا ہے۔ خوب رونا اور دم ہنسوتے
 کل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے
 جب آپ پوچھیں گے تم آخری امت ہو تم نے
 میرے بعد میرے اہل بیت اور میری اولاد سے
 کیا سلوک کیا ان میں سے بعض کو قیدی بنایا
 بعض کو خاک و خون میں لٹایا۔

اس خطبہ کا ترجمہ باقر مجلسی نے جلاء العیون ص ۵۳ پر یہ دیا ہے۔

”اما بعد اے اہل کوفہ! اے اہل غدور و مکر و حید! تم ہم پر گریہ اور نالہ کرتے ہو

اور خود تم نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا... تم نے اپنے لیے آخرت میں توشہ ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابد الابد جہنم کا سزاوار بنایا ہے تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ تم خود ہی نے ہم کو قتل کیا ہے... تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اے اہل کوفہ! تم پروائے ہو تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا اور پردہ دار اہل بیت کو بے پردہ کیا۔ کس قدر فرزندِ ان رسول کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔

نتیجہ : ۱۔ اہل کوفہ نے مکر و حیلہ سے امام کو بلایا۔

۲۔ امام سے غداری کی اور اہل بیت کو قتل کیا۔

۳۔ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد رونا پڑنا شروع کر دیا۔

۴۔ ان کو ابدی جہنم کی خوشخبری سنائی گئی۔

۵۔ قاتل وہی تھے جو بلانے والے تھے۔ شیعہ تھے تو اس جرم کے مرتکب

اور ابدی جہنم کے مستحق وہی شیعہ ٹھہرے۔

بیان مدعی علیٰ حضرت فاطمہ و دختر امام حسین

احتجاج طبرسی ص ۱۵۷

اما بعد اے اہل کوفہ! اے اہل مکہ و فریب... تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہمیں کافر سمجھا۔ ہمارے قتل کو حلال اور ہمارے مال کو غنیمت جانا جیسا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد (علی) کو قتل کیا تھا تمہاری تمواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے یہاں تک کہ زمین کی وجہ سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں دل خوش ہوئے تم نے خدا کے مقابلے میں جرات کی اور مکر کیا اور اللہ اس مکر کی خوب سزا دینے والا ہے۔

اما بعد یا اهل الكوفة يا اهل المكروالعذر والخيلاء... فكذبونا وكفرتنا وانا ورايت قاتلنا حلالا واماواتنا فهاكانا اولاد التركة او كابل كما قتلوا جدنا بالافس وسيفكم يعطرون دماثنا اهل البيت ليعقد متقدم قسرت بذاثنا عيونكم وفسدت قلوبكم اجترأ منكم على الله ومنكرتم والله خير الماكرين۔

دختر امام مظلوم کے بیان کا نتیجہ :-

۱۔ کوفہ کے شیعوں نے اہل بیت کو کافر سمجھا اور ان کا خون حلال سمجھا۔

۲۔ شیعہوں کو اہل بیت سے کوئی پرانی دشمنی تھی۔

۳۔ حضرت علیؑ کے قاتل شیعہ ہیں۔

۴۔ اہل بیت کو قتل کر کے یہ لوگ خوش ہوئے۔

وہ رونا پیٹنا محض اکیٹنگ تھی۔

بیان مدعی ۱۵۔ ام کلثوم ہمیشہ امام حسین

جب کوئی عورتوں نے اہل بیت کے بچوں کو صدقہ کی کھجوریں دینا شروع کیں تو مائی صاحبہ نے فرمایا۔ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ یہ سن کر کوئی عورتیں روئے پیٹنے لگیں۔ اس پر مائی صاحبہ نے فرمایا

”اے اہل کوفہ ہم پر تصدق حرام ہے۔۔۔ اے زنان کوفہ! تمہارے مردوں

نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو؟“
(جلال العیون ص ۵۰۷)

نتیجہ ظاہر ہے

ان پانچ مدعیان کے بیانوں میں قدر مشترک یہ ہے

۱۔ اہل کوفہ نے امام حسین کو دعوت دی۔ خطوط لکھے۔

۲۔ دعوت دینے والے شیعہ تھے۔

۳۔ ان بلانے والے شیعہ نے امام کو قتل کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا۔ ان کا مال لوٹا۔

۴۔ قاتلین حسینؑ کی عورتوں نے گریبان چاک کیے بین کیے۔

۵۔ قاتلین حسینؑ شیعہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں۔

ایک اور ہستی کا بیان ملاحظہ ہو جسے مدعی بھی کہہ سکتے ہیں اور گواہ بھی وہ ہیں امام قبر انہوں نے یہ واقعات لازماً اپنے والد امام زین العابدین سے سنے ہوں گے اور وہ خود بھی بقول شیعہ امام معصوم ہیں۔

جلال العیون ص ۳۲۶

”جب امیر المؤمنین سے بیعت کی پھر ان سے بیعت شکستہ کی اور ان پر شمشیر

کھینچی اور امیر المؤمنین ہمیشہ ان سے بمقام مجاہد اور محارب تھے اور ان سے

آزار و مشقت پاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا اور ان کے فرزند امام حسنؑ

سے بیعت کی اور بعد بیعت کرنے کے ان سے غدر اور مکر کیا اور چاہا کہ ان کو دھن

کو دے دی۔ اہل عراق سامنے آئے اور خنجران کے پہلو پر لگایا اور خمیدہ ان کا ٹوٹ

لیا یہاں تک کہ ان کی کینز کے پاؤں سے غنم ل اتار لیے اور ان کو مضطرب اور پریشان کیا حتیٰ کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی اور ان کے اہل بیت کم تھے۔ پس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؑ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی کبھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر چلائی اور ہنوز بیعت امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔
اس بیان سے بات بالکل واضح ہو گئی۔
سابقہ کینہ کے شواہد:-

۱۔ فاطمہ دختر امام حسین کے بیان میں سابقہ کینہ کے الفاظ ہیں ان کی تاریخی تعبیر یہ ہے۔
جلالہ العیون ص ۲۲ پر بیان ہے کہ عبدالرحمن ابن ملجم نے حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی اور بیعت کر کے جناب امیر کو شہید کیا۔
کہا جاتا ہے کہ یہ خارجی تھا مگر تاریخ سے اس بات کا نشان تک نہیں ملتا کہ خارجیوں نے کبھی حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ وہ تو کھلم کھلا مخالف تھے اور تھیہ بھی نہیں کرتے تھے۔
جب ابن ملجم نے جناب امیر کی بیعت کی تو شیطان علیؑ میں شامل ہو گیا۔ یعنی حضرت علیؑ کا قاتل بھی شیعہ تھا۔

۲۔ احتجاج طبرسی طبع ایران ص ۱۵ امام حسن کا بیان
فَقَالَ ادْعُوا لِي مَعَاوِيَةَ خَيْرِي
مَنْ هُوَ لَا اَنْهُمْ يَزْعُمُونَ شِيعَةَ
وَابْتَغُوا قَتْلِي وَابْتَهَوْا ثَقْلِي وَاخْذُوا
مَعِي
خدا کی قسم میں معاویہ کو ان اپنے شیعوں سے
اچھا سمجھتا ہوں۔ وہ میرے شیعہ ہونے کا
دعویٰ کرتے ہیں اور انہوں نے مجھے قتل کرنا
چاہا اور میرا مال لوٹ لیا۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے شیعوں نے حضرت علیؑ کو قتل کیا، امام حسن کو قتل کرنا چاہا اور ان کا مال لوٹا اور امام حسین کو قتل کر کے دم لیا۔ غالباً اسی بنا پر حضرت علیؑ نے اپنے دس شیعہ دے کر امیر معاویہ سے ایک آدمی لے لینے کی آرزو کی تھی۔
نہج البلاغہ جلد اول ص ۱۸۹ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

فَاخْذْ مَعِيَ عَشْرَةً وَاَعْطِنِي رَجُلًا مِنْهُمْ
مِنْ اَتَنَةِ قَابِلٍ اِقْتَدِ تَحْتِي كَرَضْتُ عَلَيَّ اَنْ كَايِكَ اَدْمِي لِي كَرَأْسَ كَيْ دَسَ شِيعَةٍ دِينَ كُو
تیار تھے۔ قرآن مجید میں ایک اور دس کی نسبت کا ذکر ہے۔

اِنَّ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ | اے مسلمانو! تمہارے بیس صابر آدمی کفار کے

... پر غالب آسکتے ہیں۔

بَقِيْتُ مَاتَيْنِ

مگر بے حضرت علیؑ نے بھی تقابل میں اسی کی رعایت ملحوظ رکھی ہو۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو امیر معاویہؓ پر اعتماد تھا اور انہوں نے ان دونوں کی حفاظت بھی کی۔ دونوں حضرات نے امیر معاویہؓ کی بیعت بھی کر لی اور ان سے وظیفہ بھی لیتے رہے۔ اس کے برعکس شیعہ نے ایک بھائی کو قتل کرنا چاہا دوسرے کو قتل کر دیا۔

اب مدعا علیہ کے جواب دعویٰ کو دیکھنا ہے۔ اگر اس میں اقرارِ جرم موجود ہے تو شہاد کی ضرورت نہیں۔ اگر انکار کرے تو گواہ ضروری ہیں۔

بیان مدعا علیہ :-

مجلس المؤمنین میں قاضی نور اللہ شوستری بیان فرماتے ہیں

اب ہم اپنی بد اعمالیوں پر نادم ہیں چاہتے ہیں
توبہ کریں شاید اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر
ہماری توبہ قبول کرے اور اس جماعت سے
جتنے لوگ (ابن زیاد کی فوج میں امام کو قتل کرنے
کو بلا میں گئے تھے سب عذر کرنے لگے۔
سیمان بن عمرو نے کہا اس کے سوا چارہ نہیں
کہ ہم اپنے آپ کو تیغ بدست میدان میں لائیں
جیسے بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل
کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے
اپنی جانوں پر ظلم کیا انہی یہ کہہ کر تمام شیعہ
استغفار کے لیے زانو کے بل گر پڑے۔

اکنوں از عمال سیدہ خویش نادم گشتہ می خواہیم
کہ دست دردا من توبہ و انابت زدیم شاید
خداوند عزوجل و علا توبہ مارا قبول کردہ بریا
رحمت کند و ہر کس از ان جماعت کہ بکربلا رفتہ
بودند عذر سے می گفتند۔ سیمان بن عمرو
گفت بیچ چارہ منیدا نیم جز آنکہ خود را در
عرصہ تیغ آوریم چنانچہ بسیار سے بنی اسرائیل
تیغ دریکہ گیر منادند قال تعالیٰ انکم
ظلمتم انفسکم اللہ و مجموعہ شیعہ زانوئے
استغفار در آمدہ

ص ۲۴۱

نوٹ :- یہ سیمان بن عمرو وہی شخص ہے جس کے مکان میں جمع ہو کر شیعہ نے امام کو کوفہ آنے کا دعوت نامہ تیار کیا تھا۔

مدعا علیہ نے اقرارِ جرم کر لیا اور توبہ بھی کر لی مگر فائدہ؟

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ کی اسے اس زود پشمال کا پیشمال ہونا
مدعا علیہ نے اقرارِ جرم کر لیا اور ثابت ہو گیا کہ امام حسینؑ کے قاتل کوئی شیعہ ہیں جنہوں نے
امام کو گھر بلا کر بے دردی سے قتل کیا۔ مگر احتیاطاً مزید چھان بین کر لینی چاہیے۔ ممکن ہے کسی
اور کا ہاتھ بھی ہو۔ خلاصۃ المصائب ص ۲۰۱

لیس فیہو شامی ولا حجازی | امام حسینؑ کے قاتلوں میں کوئی ایک بھی شامی یا
 بل جمیعہم من اہل الکوفہ | مجازی نہیں تھا بلکہ سب کے سب کوفی تھے
 ظاہر ہے وہ اہل کوفہ وہی تو تھے جو شیعہ تھے اور امام کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔
 مگر حیرت ہے کہ اماموں کو قتل کرنے والوں کے متعلق شیعہ کے ہاں ایک عجیب فتویٰ ہے۔
 جلاء العیون ص ۲۳

”احادیث کثیرہ میں امہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ پیغمبروں اور ان کے
 اوصیاء کو اور ان کی ذریت کو قتل نہیں کرتا مگر ولد الزنا اور ان کے قتل کا ارادہ نہیں
 کرتا مگر فرزند زنا فلعنہ اللہ علیہم اجمعین الی یوم الدین“

مدعیان نے ان کوفی شیعوں کو جہنم کی بشارت تو دے دی تھی اب امہ اطہار کے اس
 فتویٰ سے ان کی دنیوی حیثیت بھی متعین ہو گئی۔ ممکن ہے کوفہ کے شیعوں کو یہ فتویٰ نہ پہنچا ہو
 مگر علم نہ ہونے سے حکم تو نہیں بدل جاتا۔ آخر یہ امہ اطہار کا فتویٰ ہے کسی عام آدمی کا نہیں۔
 ایک امر غور طلب باقی رہ گیا ہے کہ چلو امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ ثابت ہو گئے مگر یزید
 کا حصہ اس میں ضرور ہو گا کیونکہ وہ حاکم وقت تھا۔ مدعا علیہم سے ہی اس کے متعلق پوچھتے ہیں۔
 شاید وہ اسے بھی اپنے ساتھ شامل کریں۔

۱۔ اجتماع طبرسی ص ۱۶۲ امام زین العابدین نے یزید سے سوال کیا۔ میں نے سنا ہے
 تو میرے والد کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یزید نے جواب دیا۔

یزید نے کہا اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ بخدا
 میں نے اسے تیرے والد کو قتل کرنے کا حکم نہیں
 دیا تھا اگر میں خود معرکہ کر ملا میں ہوتا تو انہیں
 ہرگز قتل نہ کرتا۔

مدعا علیہ نے یزید کی صفائی پیش کر دی مگر صرف اس کا بیان کافی نہیں۔ حالات کا جائزہ
 لینا چاہیے۔

۲۔ خلاصۃ المصاب ص ۳۴ جب شمر نے امام کا سر یزید کے سامنے پیش کیا اور انعام
 کا مطالبہ کیا تو

فغضب یزید ونظر الیہ نظرا
 ضدیہ اوقبال ملا اللہ رکابک

پس یزید نے غضب ناک ہو کر شمر کی طرف دیکھا
 اور کہا اللہ تیری رکاب کو آگ سے بھر دے

منار وید لک افا علمت اسنہ
خیر الخلق فسم قتلہ اخرج من
بین یدی لاجائنة لک عندی

تیرے لیے ہلاکت ہو جب تجھے علم تھا کہ ساری
مخلوق سے افضل ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل
کیا۔ دُور ہو جا میری آنکھوں سے تیرے لیے
کوئی انعام نہیں۔

۳۔ اور جلاء العیون ص ۵۲۹ پر ہے کہ انعام کے طالب کو قتل کر دیا۔
اگر یزید نے قتل کا حکم دیا تھا تو شمر کہہ دیتا کہ آپ نے خنم دیا میں نے تعمیل کی اور یہ بات
روایت میں مذکور ہوتی۔ مگر ان میں سے کوئی صورت بھی موجود نہیں۔

۴۔ منج الاحزان طبع ایران ص ۳۲۱

کسے وارد شد خبر آورد و گفت دیدہ تو
روشن کہ سر حسین وارد شد آل نظر غضبناک
کرد و گفت دیدہ ات روشن مباد۔
کسی نے یزید کو اطلاع دی تیری آنکھیں روشن
ہوں حسین کا سر آگیا۔ یزید نے نگاہ غضب
سے دیکھا اور کہا تیری آنکھیں بے نور ہوں۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ مجرموں نے یزید کو بری قرار دیا ہے۔ غالباً اسی بنا پر امام
زین العابدین کو قسمی ہو گئی اور یقین آگیا امام حسینؑ کے قتل میں یزید کا ہاتھ نہیں اس لیے
انہوں نے یزید کی بیعت کرنی بلکہ یہاں تک کہہ دیا۔

انا بعد مکروہ اشدت فاست
وان شنت فنج
اے یزید! میں تمہارا غلام ہوں۔ چاہے
مجھے رکھ لے چاہے فروخت کر دے۔

(روضہ کافی، جلاء العیون)

یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قاتلین حسینؑ کو فی شیعہ تھے جیسا کہ مدعیان کا دعویٰ ہے
اور مدعلیم نے اقرار جرم کر لیا۔ البتہ ایک مسئلہ حل طلب ہے۔

اصول کافی طبع نوکشتور ص ۱۵۸ پر ایک اصول بیان ہوا ہے۔

ان الائمة بعد من متی یموتون
وانہم لا یموتون الا باختیارہم
تحقیق ائمہ کرام کو اپنی موت کے وقت کا علم
ہوتا ہے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

اس اصول کے پیش نظر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:-

۱۔ امام حسینؑ کو علم تھا کہ اہل کوفہ غدار ہیں۔ مجھے ہلا کر قتل کریں گے کیونکہ امام کو ماکان و ما
یکون کا علم ہوتا ہے اور امام کے پاس حربہ بھی ہوتا ہے پھر آپ کوفہ کیوں گئے؟ اگر
یہ کہا جائے کہ ان کی اصلاح کے لیے گئے تھے تو خود جاتے۔ اپنے اہل بیت کو کیوں
ساتھ لے گئے۔ اپنی شہادت اور اہل بیت کے ساتھ پیش آنے والے واقعات

کاظم ہونے کے باوجود یہ اقدام کیوں کیا؟

۲۔ امام نے جب اپنے اختیار سے موت قبول کی اور اسے پسند کیا تو سالہا سال سے ان کی موت پر رونا پیٹنا کس وجہ سے ہے۔ اگر محبت سے ہے تو محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی پسند محبوب کی پسند کے تحت ہو۔ اگر امام کی پسند کے خلاف احتجاج ہے تو یہ بھی غیر معقول۔ البتہ اپنے فعل پر ندامت ہے کہ امام کو قتل کیوں کیا تو یہ بات معقول نظر آتی ہے۔

۳۔ بقول شیخ حضرت علیؑ نے تقیہ کیا اصحاب ثلاثہ کی بیعت کر کے تقیہ کرنے کا ثواب بھی حاصل کیا بلکہ نوحہ دین بجالایا اور اپنی جان بھی بچالی۔ امام حسینؑ نے تقیہ کیوں نہ کیا۔ اپنے والد کی سنت کی پیروی بھی ہو جاتی۔ تقیہ کا ثواب بھی ملتا۔ جان بھی بچ جاتی اور اہل بیت بھی مصائب سے بچ جاتے۔

تقیہ کے فضائل کی بحث طویل ہے۔ البتہ چند ایک باتیں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ اصول کافی باب التقیہ ص ۲۸۲ امام جعفر فرماتے ہیں

یا ابا عمران تسعة اعشار الدین فی التقیة لا دین لمن لا تقیة له
۱۔ اے ابو عمران ۹ حصہ دین تقیہ کرنے میں ہے جو تقیہ نہیں کرتا بے دین ہے۔

۲۔ تفسیر امام حسن عسکری طبع ایران ص ۱۲۵

قال رسول الله مثل المؤمن لا تقیة له کمثل جسد لا رأس له
رسول خدا نے فرمایا تارک تقیہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے بدن بغیر سر کے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح سر کے بغیر بدن بے کار ہے اسی طرح تقیہ کے بغیر ایمان کسی کام نہیں آتا۔

۳۔ ایضاً

قال علی بن الحسین یغفر الله للمؤمنین من کل ذنب و یطہرہ فی الدنیا ما خلا ذنبین ترک
امام زین العابدین نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومن کے تمام گناہ بخش دے گا اور دنیا سے پاک کر کے نکالے گا۔۔۔۔۔ مگر دو گناہ نہیں بخشے گا اول تقیہ کا ترک کرنا دوم بھائیوں کے حقوق ضائع کرنا۔

”من کل ذنب“ سے ظاہر ہے کہ مشرک اور ائمہ کو قتل کرنا بھی قابل معافی گناہ ہیں۔ ہاں تارک تقیہ کے لیے نجات نہیں۔ گویا اہل کفر امام کو قتل کر کے بھی گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے اور امام نے جان دے کر بھی کچھ نہ پایا کیونکہ ترک تقیہ کا ناقابل معافی گناہ ان کی گردن

پیر رہا۔ اُسے امام مظلوم کی دُہری مظلومیت! لطف یہ کہ یہ بات امام مظلوم کے بیٹے کی زبان سے
گسوائی گئی ہے۔

اسی وجہ سے عبد الجبار معتزلی نے اپنی کتاب مغنی میں شیعہ سے ایک سوال کیا کہ شیعہ کا
معتقہ یہ ہے تقیہ ہر ضرورت کے وقت جائز ہے اور خوف جان ہو تو تقیہ فرض ہے۔ ایسی
حالت میں جو تقیہ نہ کرنے کی وجہ سے مارا گیا وہ ملعون موت مراد اس نے خدا کے حکم کی خلاف
ورزی کی۔ مگر کربلا میں امام حسین نے اپنی جان ہی نہیں دی اہل بیت کو شہید کرایا۔ ان پر
مصائب آئے تو اس کی اصل وجہ امام حسینؑ کا تقیہ نہ کرنا ہے۔ اگر وہ تقیہ کر کے یزید کی بیعت
کر لیتے تو خدا کی نافرمانی بھی نہ ہوتی اور جان بھی بچ جاتی حالانکہ امام حسنؑ نے تقیہ کر کے امیر
معاویہ کی بیعت کر لی۔ حضرت علیؑ نے تقیہ کر کے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر لی۔ اس لیے آپ
حضرات شیعہ کیا کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کی موت کس قسم کی تھی؟

ابو جعفر طوسی نے مختص شافی ص ۴۷ پر اس سوال کو یوں نقل کیا ہے

ثم لما عرض عليه ابن زياد
الامان وانت يبيع يزيد كيف
لم يمتجب قتال دمه ودماء من
معه من اهله وشيعته وحواليه
وسم القبيبة الى التهلكة
وبدون هذا الخوف سلم اخره
الحسن الاموي معاوية فكيف
يجتمع بين فعلهما

جب ابن زیاد نے امام حسینؑ کو اس شرط پر امان
دی کہ یزید کی بیعت کر لیں تو امام نے اسے کیوں
قبول نہ کیا۔ اپنی جان اور اپنے متعلقین کی جان
پہنا لیتے۔ انہوں نے ترک تقیہ کر کے ان جانوں کو
ہلاکت میں کیوں ڈالا حالانکہ ان کے بھائی امام حسن
نے بلا خوف جان حکومت امیر معاویہ کے
سپر دکر دی تھی۔ دونوں بھائیوں کے فعل کو کیسے
جمع کر سکتے ہو۔

شریف مرتضیٰ اور ابو جعفر طوسی کی طرف سے جواب یہ دیا گیا:

لم أرأى لاسبيل الى العود ولا الى
دخول الكوفة سلاح طريق الشام
ما نرا نحو يزيد بن معاوية لعنه
عليه السلام بانه على ما به
ارقت من ابن زياد واصحابه
فسار عليه السلام حتى قدم عليه
عمر بن سعد من العسكر العظيم وكان

جب امام نے دیکھا کہ مدینہ کو لوٹنے کا کوئی راستہ
نہیں نہ کوفہ میں داخل ہونے کی کوئی صورت ہے
تو شام کو روانہ ہوئے کہ یزید کے پاس جائیں شہ
اس مصیبت سے نجات ملے جو ابن زیاد اور اس
کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی۔ آپ روانہ ہوئے
تو عمرو سعد لشکر عظیم لے کر سامنے آگیا جیسا کہ
ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے

کہ امام نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بکشت
میں ڈالی۔ حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ امام نے
ابن سعد سے فرمایا تین میں سے ایک صورت
اختیار کر لویا تو مجھے واپس مدینہ جانے دو یا یزید
کے پاس جانے دو کہ میں اس کے ہاتھ میں
ہاتھ دے دوں گا وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ
میرے حق میں جو رائے قائم کرے سو کرے یا اسلامی
سرحدوں کی طرف جانے دو۔ میں مسلمانوں میں
مل کر جہاد کروں گا۔ ان کے ساتھ نفع نقصان
میں شریک ہوں گا۔

من امره ما قد ذكره سطر
فكيف يقال انه العن بیده الى
التهلكة وقد روى انه قد نعم
بن سعد اختاروا مني اما الرجوع
الى المكان الذي اقبلت منه او
ان اضع يدي على يدي يزيد فهو
ابن عمي ليعرني في رايه واما ان
يسير داني الى ثغر من ثغور
المسلمين فاحكون رجلا من
اهله الى ماله وعلى ما عليه

اس بیان سے معلوم ہوا کہ امام حسین یزید سے بیعت کرنے پر راضی تھے مگر فوج نے
اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ معلوم ہوتا ہے ابن زیاد وغیرہ ذمہ دار لوگ امام کو گرفتار کر کے لے جانا
چاہتے تھے تاکہ انعام کے حقدار ہو سکیں۔
دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیعان کوفہ کی فوج بھی تھیہ کر کے امام کے خلاف لڑ
رہی تھی۔ گویا دو تھیوں میں تصادم ہو گیا۔ فرق اتنا ہے کہ امام تھیہ کرنے پر آمادہ ہو گئے
اور فوج عملاً تھیہ کر رہی تھی۔
مختص شافی ص ۴۱ پر اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

وامتبع كل من كان في قلبه
نصرة وظاهره مع اعدائه
امام کے مقابل جو فوج جمع ہوئی ان کے دلوں میں
امام کی محبت اور اس کی نصرت کی آرزو تھی۔ ظاہراً
وہ دشمن کے ساتھ تھے۔

شریف مرتضیٰ اور طوسی نے عبد الجبار معتزلی کا جواب تو دے دیا مگر ایک اور پہنچ
پڑ گیا۔ مختصر بصائر الدرجات ص ۶

قال ابو عبد الله اعمى الامام
لا يعلم ما يصيبه ولا الى ما يصير
امر فليس بحجة الله على خلقه۔
جو امام آنے والے مصیبت کا علم نہیں رکھتا اور
یہ نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہو گا وہ امام بنی نہیں
نہ مخلوق پر خدا کی محبت ہے۔

یعنی امام کو آنے والے مصائب کا علم تھا۔ انہوں نے اپنے اختیار اور پسند سے موت
قبول کی۔ جب اس کا علم تھا تو کربلا گئے کیوں؟ عبد الجبار کا اعتراض "کہ انہوں نے اپنے آپ

کو بلاکت میں کیوں ڈالا، بدستور قائم ہے کیونکہ تفتیہ کا فائدہ تو جب ہوتا کہ کر بلا روانہ ہونے سے پہلے کرتے۔ اس موقع پر تفتیہ کے ارادہ کا اظہار بے موقع ہے اور بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔

شیعہ حضرات کبھی یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ یہ روایت مناظرہ کی کتابوں میں ہے حدیث کی کتابوں میں نہیں لہذا حجت نہیں، بات درست سہی مگر ان کے بڑوں کو کیوں نہ سوچھی۔ سید شریف مرتضیٰ نے ثانی میں اور ابو جعفر طوسی نے تلخیص میں اس روایت کو کیوں جگہ دی جب تحریف قرآن کا مسئلہ چلے تو طوسی کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ یہاں طوسی کیوں ناقابل اعتماد قرار پایا۔ معلوم ہوا کہ امام حسین کے دامن سے ترک تفتیہ کا داغ دھویا نہیں جاسکتا اور سوال کا یہ حصہ بدستور قائم ہے کہ بتاؤ تمہارے اصول کے مطابق امام حسینؑ کی موت کس قسم کی تھی؟

امر کی موت اپنے اختیار میں ہونے کا اصول تقاضا کرتا ہے کہ

امام حسینؑ نے یہ موت اپنے اختیار سے پسند کی محبان حسین بھی محبوب کی پسند کو محبوب رکھیں اور ان کی یاد میں اپنی جان دے دیں۔ رونا پیٹنا جو اغردی نہیں۔

اس موقع پر ایک دو باتیں مزید ضمنتاً بیان کرونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ شیعہ کہتے ہیں امام معہ رفقاء پیاسے مرنے مگر جلالہ اعیون ص ۲۵۲

”جب پانی نہ ملا تو امام نے خیر کے پیچھے بیلچہ مارا شیریں پانی کا چشمرہ پھوٹ پڑا۔ امام نے خوب پیاسا اور رفقاء کو کبھی پلایا۔“

۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ امام کی نعش کو گھوڑوں کے نیچے روند گیا مگر اصول کافی اور جلالہ اعیون ص ۵۰۳ پر لکھا ہے

”امام کی نعش پر ایک شیر آ کے بیٹھ گیا اور اس نے کسی کو امام کی نعش کے قریب نہ آنے دیا۔“

ان متضاد باتوں میں سچائی کی تلاش کیجئے۔

۳۔ ملا باقر مجلسی کا بیان ہے کہ امام کا جسم ان کی موت کے بعد آسمان پر اٹھالیا گیا اور فرشتے اس کا طواف کرتے رہتے ہیں۔

”جسم تو آسمان پر گیا زمین پر کس کو روند گیا۔ کر بلا میں روضہ کس کا بنایا گیا؟ روضہ میں دفن کون ہے؟ کر بلا میں جا کر زیارت کس کی ہوتی ہے؟ اگر میت کے بغیر کر بلا میں روضہ بنایا جاسکتا ہے تو ہر جگہ روضہ بنا لینے میں کیسا

تباہت ہے؟

واقعی شیعہ کے بیانات سے تضاد رفع کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور سوال ضمناً غور طلب ہے۔

شیعہ کہتے ہیں امام کو ہم نے قتل کیا۔ یزید کا اس میں ہاتھ نہیں۔ پھر حیرت ہوتی ہے کہ امام جب شیعہ تھے تو شیعوں نے قتل کیوں کیا۔ معلوم ہوتا ہے معاملہ برعکس ہے۔ امام اہل السنّت تھے۔ ان کا مذہب وہی تھا جو باقی عرب کا تھا۔ اسی وجہ سے کوفہ کے شیعوں نے جھوٹا دیکر امام کو بلایا اور قتل کیا۔ امام کو معلوم تھا کہ وہ طیعہ ہیں مگر ان کی اصلاح کی خاطر چلے گئے۔ ائمہ سے شیعوں کی پرانی دشمنی کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔

ائمہ کے علم کی وسعت کا جو عقیدہ شیعہ کے ہاں مستر ہے کہ ماکان و مایکون کا علم امام کو ہوتا ہے اس کے پیش نظر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو علم تھا کہ امام حسنؑ نے معاویہؓ کے حق میں حکومت سے دست بردار ہونا ہے۔ امیر معاویہؓ نے یزید کو حکومت دینی ہے اور یزید کی فوج نے امام حسینؑ کو قتل کرنا ہے تو اصل مجرم کون ہوا۔ حضرت علیؑ یا امام حسنؑ یا یزید؟ اس ممکنہ سوال کا جواب اصول کافی ص ۲۷۱ پر ملتا ہے امام لقی سے روایت ہے۔

فہو یحلون مایشاؤن ویجرون
ائمہ جس چیز کو چاہیں حلال کر لیں جسے چاہیں حرام کر لیں۔

یعنی امام حسینؑ نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا قتل حلال کر لیا، امام حسنؑ نے اپنے بھائی کا قتل حلال کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس قتل کا مرتکب مجرم نہیں۔ کیونکہ فعل حلال کرنے والا ثواب کا مستحق ہے مجرم نہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ صحابہؓ نے کسی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے زرخے میں چھوڑا اور مہجاگ گئے پھر بھی اہل السنّت انہیں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اگر شیعہ نے ایک بار امام سے یہ سلوک کیا تو کافر کیوں ہو گئے۔ بات بڑی اونچی ہے مگر اس میں کئی سقم ہیں۔

۱۔ تاریخ سے کوئی ایک واقعہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہؓ نے حضورؐ کو کفار کے زرخے میں چھوڑ کر مہجاگ جانے کی غلطی کی ہو، اس لیے یہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔

۲۔ صحابہؓ کو کامل الایمان تو خود خدا کہتا ہے۔ اس لیے جو خدا اور رسولؐ کو قابل اعتماد نہ سمجھے وہ آزاد ہے جو چاہے کتنا پھرے۔

۳۔ اہل السنّت کو کوئی حق نہیں کہ کسی کو کافر کہیں بلکہ وہ تو ردِ ظننے والوں کو منانے کی کوشش

کرتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کر

(۱) امام حسینؑ فرما گئے ہیں۔ قد خذ لنا شیعتنا

(ب) امام زین العابدینؑ کہہ گئے ہیں۔ فتبائلکم ما قدمتہ لافضکم... فلتسم من امتی

(ج) زینب بنت علیؑ کہتی ہیں۔ وفی العذاب انتہ خالدون

(د) امام باقرؑ کہہ گئے ہیں کہ جنہوں نے سعیت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر چھینا اور نہایت بیعت امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔

(ر) نوزائیدہ شو ستری شیعوں کی طرف سے کہہ گئے یہ سچ چارہ مفید انیم جزائیکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم۔

اہل علم و دانش خود ہی فیصلہ کریں کہ جو امام کو دھوکہ دے جو حضورؐ کی اُمت سے خارج ہو جس کے لیے ابدی جہنم ہو۔ جو واجب القتل سمجھا جائے اسے کال الامیان ہی کہیں گے؟

۴۔ صحابہؓ پر بہتان ہے کہ حضورؐ کو کفار کے زہر میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے مگر یہاں تو بات دُور تک پہنچتی ہے۔ امام کو دھوکہ دیا، گھر بُنایا۔ امام کے ساتھ ہو کر یزید کے خلافت لڑنے کا حلفیہ عہد دیا۔ امام آئے تو آنکھیں بدل لیں۔ یزید کی فوج میں شامل ہو گئے۔ پانی بند کیا۔ امام کو نہایت بے دردی سے شہید کیا۔ اہل بیت کو رسوا کیا۔ ان کا مال لوٹا۔ اس لیے کہاں وہ بہتان اور کہاں یہ تلخ حقائق۔ اور لطف یہ کہ اتنا کچھ کر چکنے کے بعد متبادل اہل بیت بن کر سینہ کوئی کرنا اور جلوس نکالنا۔ حالانکہ جلاء العیون ص ۵۱۹ اور ص ۵۲۰ پر موجود ہے کہ ردائے یزید اور اس کے گھر سے شروع ہوا۔ اس لیے اگر یزید کی سنت سمجھ کر کیا جاتا ہے تو درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جو غم مرنے والے کے سپہانگان کو ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اہل بیت سپہانگان نے تعزیر، دلدل، علم، پنجہ وغیرہ کے جلوس نکال کر اور اجتماعی طور پر سینہ کوئی کر گئے انہارِ غم کیا ہو۔ اور اگر یہ عبادت ہے تو ظاہر ہے کہ ائمہ اور اہل بیت سے بڑھ کر عبادت گزار یہ مانتی تو نہیں ہو سکتے، ان سے یہ عبادت کیوں چھوٹ گئی؟

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ قتل امام حسینؑ میں مدعی ائمہ معصومین اور اہل بیت ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمیں شیعوں نے قتل کیا۔

۲۔ قاتلین کو فی شیعہ اقرارِ جرم کرتے ہیں۔

۳۔ گواہ امام باقرؑ ہیں۔

اگر اس کے خلاف کوئی شخص دعویٰ کرے تو

- ائمہ اور اہل بیت کا دعویٰ پیش کرے۔ دعا علیہ کا اقرار حرم پیش کرے۔
- امام جعفر یا امام باقر کی شہادت پیش کرے۔
- اس کے بغیر بے شک بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔

ماہم حسین رضی اللہ عنہ

شیعہ حضرات کے ہاں اس عبادت (ماہم حسین) کا شراغ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ہی ملتا ہے۔ اس لیے ہم شیعہ کتب سے اس شہادت کے متعلق چند حقائق پیش کرتے ہیں۔ الطراز المذہب مظہری طبع جدید طہران

اسی کتاب کے ۲۸۱:۱ پر حضرت زینب کے طولانی خطبہ میں اس کی کچھ اور وضاحت ہوئی ہے

اے دھوکا باز صکار اہل کوفہ کیا تم روتے ہو.... تم نے اپنے لیے بہت بُرا تو شکر آخرت بھیجا ہے۔ لعنت اور پھٹکار ہر دم پر

اما بعد یا اهل الكوفة يا اهل البغداد
والفدر والخذل والمکرات کون فلارتادة
الدمعة.... الاساء ما قد متعلا نفکم وساء
تذرون لیوم بعشکم وبعثکم وبعثکم وبعثکم
ونبت الایاری وغسرة الصفقة ولو تم بغضب
من الله وضربت ملککم الذلّة والمکنة

حضرت زینب کے اس خطاب سے ایک بات مزید معلوم ہوئی کہ اہل کوفہ نے کروندہ کی شکل بھی کیا اور پھر رونا پھینا بھی شروع کر دیا مگر اس کے باوجود لعنت اور پھٹکار کے مستحق ہی ٹھہرے۔

تاسخ التواریح ۳۰۱:۱

حضرت ام کلثومؓ دختر علی اور زوجہ فاروق اعظمؓ کا خطبہ

اُم کلثومؓ نے فرمایا اے اہل کوفہ! تمہارا بُرا
ہو۔ تمہیں کیا بُرا۔ تم نے حسینؑ سے دھوکا لیا

وبالجملة ام کلثومؓ فرمود یا اهل الكوفة
سورة لکم مالکم خذلکم حیثا وقتلتموہا وانهبتم

اموالہ درویشوں و ربیبہ فساءہ و بکیتوہ فتبا
لکس و سحقا۔ وویلکم امتہ دون ای دمساء وکم
وای و نرر منی ظہور کس۔... وای اموال انتہیتوہا
قتلتم خیر رجالات بعد النبی و نزعت الرحمة من
قلوبکم الا ان حزب اللہ ہم العاصرون و حزب
الشیطان ہم العاسرون۔

اسے قتل کیا۔ اس کا مال لوٹا۔ اس کی خواتین کو
قیدی بنایا۔ اب روتے ہو۔ تم برباد ہو جاؤ۔
کیا تم جانتے ہو تم نے کون سا خون بہایا۔
گناہ کا کتنا بوجھ اپنی پیٹھیوں پر لاؤ اور کس
کا مال لوٹا۔ تم نے نبی کریم کے بہترین افراد کو قتل
کیا۔ تمہارے دلوں سے رحم جاتا رہا۔ خوب سن
نوازش والے ہی کامیاب ہیں اور شیطان کا
ٹولہ گھائے میں ہے۔

میں فرماید اے مردم کوفہ بد بر حال شما چه افتاد و شمارا کہ حسین را خوار ساختید و مخذول
و بے یار و بے یاور گزاشتید و اورا بکشتید و اموالش را بگارت بردید و چوں میراث خویش
قسمت ساختید۔

حضرت ام کلثومؓ کے بیان سے اہل کوفہ کے مکرو فریب اور ظلم و جور کے علاوہ اہل کوفہ
یہ شکایت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے قتل حسینؑ کے بعد اہل بیت کا مال بھی لوٹا اور میراث
سمجھ کر آپس میں تقسیم کیا۔

ان اقتباسات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اہل کوفہ شیعوں نے امام حسین کو خطوط لکھ کر بلایا۔
جب آئے تو مکرو فریب سے ساتھ چھوڑ دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ دشمن کے ساتھ مل کر امام کو قتل
کیا۔ اسی پر بھی بس نہیں پھر اہل بیت کے اموال لوٹے اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کیے۔
ایضا ص ۲۱ ام کلثوم کا ایک اور بیان۔

و بالحد زنان کوفیاں برایشان زار زار می گریستند جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا سرراز
محمل بیروں کر دو بال جماعت فرمود۔

یا اهل الکوفة لقتلنا رجالکم و بکینا
فساء کم فالعاکم بیننا و بینکم
اللہ یوم فیصلو القضا۔

اے اہل کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل
کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ اچھا
اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان
فیصلے کے دن فیصلہ کرے گا۔

~ اسی کتاب کے ص ۳۱ پر

کوفہ کی عورتوں کو گریان چاک کیے ہوئے روتے پیٹتے ہوئے دیکھ کر ابو جہل اسدی
کو تعجب ہوا کہ یہ عورتیں کیوں یہ منظر پیش کر رہی ہیں۔ اس کے وجہ پوچھنے پر بتایا گیا کہ انہیں

حضرت حسینؑ کا سر مبارک دیکھ کر رونا آیا۔
مگر سوال یہ ہے کہ جب ان کے مردوں کو حسینؑ کا سر تن سے جدا کرتے ہوئے ترس نہ آیا
تو ان عورتوں کے دلوں میں غم کے جذبات کیسے ابھر آئے۔ بات تو وہی ہوئی
وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب لٹا

قاتلین حسینؑ کون تھے؟

یہ بحث تفصیل سے گزر چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ بر

• معصوم مدعیوں کے بیانات سے واضح ہو گیا کہ امام کو کوفہ بلائے والے، امام کے آنے
کے بعد اس کی مخالفت کرنے والے امام پر پانی بند کرنے والے، بیدردی سے گرم ریت
پر لٹا کر ذبح کرنے والے، خاندانِ نبوت کے خیموں کو ٹوٹنے والے، مالِ غنیمت آپس میں
تقسیم کرنے والے اور اس کے بعد روپیٹ کر ٹھانچہ زنی اور خاک ربانی کر کے ڈرامائی انداز
میں اظہارِ غم کرنے والے سب شیعہ تھے۔ ان مدعیان کے بیانات کے بعد معاہدہ کا اقرار
جرمِ پیش کردیا گیا جو نور اللہ شوشتری شہید ثالث کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین جلد دوم
مجلس ششم میں موجود ہے۔

• سب سے بڑی بات ہے کہ ائمہ معصومین جب صاف اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے قاتل
شیعہ ہیں اور مزہم خود اقراری ہیں تو کوئی قیصر شخص اس مسلمہ حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے۔

اسلامی حکومتوں کی زوال کا سبب.....

خلافت راشدہ وہ نہایت حلقہ تھی جس کے ذریعے احکام اسلامی اور حدود شرعی کا اجراء ہوتا تھا ابن سبا کی سکیم پر پختی کر خلیفہ ثالث کی سیرت کو مجروح کر کے عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے اور اسلام کے خلاف فکری انقلاب کے ساتھ ساتھ علی انقلاب بھی لایا جائے اور خلافت راشدہ سے اعتماد اٹھ جائے۔ ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی کو نشانہ بنایا اور خوارج نے حضرت علی رضی کو مقصد دونوں کا ایک تھا کہ خلافت راشدہ کی معیاری حیثیت مجروح ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس کے بعد بھی اسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب زیادہ تر روافض ہی بنتے رہے۔ چنانچہ انور شاہ کاظمیری لکھتے ہیں۔

"تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین ہمیشہ اہل سنت میں سے ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر جہاد کی توفیق کسی کو نہیں ہوتی اور اکثر شر

اسلامی سلطنتوں کی تباہی روافض کے

ہاتھوں ہوئی۔" (فیض الباری ص ۹۹)

نقشہ تاتار کو طامہ الکبریٰ کہا گیا ہے۔ ناب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب الادای

ماکان وما یكون بین یدیں اسمہ ص ۹۹ اور علامہ ابن قیم نے احاشۃ الممکان ۲: ۲۶۳ پر لکھا ہے کہ اس نقشے میں اکابر شیعہ میں سے نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تھا۔ یہ ہلاکو خان کا وزیر تھا۔ اس نے اپنی وزارت کے زور سے مساجد برباد کرائیں۔ قرآن کی جگہ بڑی سینا کی "اشارات" کی ترویج کی اور اس امر پر زور دیا کہ یہ قرآن عوام کے لیے تھا۔ خواص کے لیے "اشارات" ہی قرآن ہے۔ اس کی گمشدہ تھی کہ اسلام مبطل جائے اور فلسفہ نجوم جادو وغیرہ کی تعلیم رواج پائے۔

دوسری طرف عباسی خلیفہ کا وزیر ابن مقلہ شیعہ تھا جس نے اپنی حکمت علی سے بلا کوخان کی کامیابی کی راہ ہموار کی۔ سقوط بغداد تک اسلام میں ایک عظیم المیہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس سے ساڑھے چھ سو سال کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس "کارِ خیر" میں عظیم ترین حصہ لینے والے دونوں حضرات شیعہ تھے۔

مختصر یہ کہ قتل عثمانؓ کا پس منظر ایک انسان کی زندگی ختم کرنے کی کوشش نہیں تھی بلکہ دین اسلام کی فکری اور عملی بنیادوں کو مسمار کرنے کا طویل المدت منصوبہ تھا اور چونکہ حضرت عثمانؓ دین اسلام کی فکری اور عملی صورت کی SYMBOL بن چکے تھے اس لیے انہیں نشانہ ستم بنایا گیا۔ ہر انسان کو آخر مرنا ہے لیکن اس منصوبے سے دین اسلام کی عمارت میں جو نقب لگائی گئی وہ آج تک ختم ہونے کو نہیں آئی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت عبداللہ
والد ماجد

ابن سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

حضرت آمنہ
والدہ ماجدہ

صاحبزادے

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ○ حضرت عبداللہ (ظہر و قیث)
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (سب بچپن میں وفات پا گئے)

ازواج مطہرات

سیدہ
خدیجہ الکبریٰ منی النبی

صاحبزادیاں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابوالکلام
سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ
سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نواسے

حضرت علی بن حضرت ابوالعاص ○ حضرت عبداللہ بن عثمان غنی
حضرت حسن بن حضرت علی مرتضیٰ ○ حضرت حسین بن حضرت علی

سیدہ
عائشہ صدیقہ منی النبی

سیدہ
زینب رضی اللہ عنہا

نواسیاں

سیدہ کماشہ بنت حتر ابوالعاص زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
سیدہ ام کلثوم بنت حضرت علی زوجہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سیدہ زینب بنت حضرت علی زوجہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
سیدہ رقیہ بنت حضرت علی (بچپن میں وفات پا گئی)

سیدہ
جویریہ رضی اللہ عنہا

نوٹ: جس شخص کو! بلکہ میرے اہلیت کی مثال سفید نوشہ
فرمان کی ہے جو شخص اس میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا اور جو اس
سے پیچھے رہا وہ ڈوب گیا (مشکوٰۃ شریف)

سیدہ
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

سیدہ
ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ
میمونہ رضی اللہ عنہا

سیدہ
صفیہ رضی اللہ عنہا

ہدایتی انجمن سپاہ صحابہ پاکستان

مقام الہدایت یہ چارٹ پکوں کو یاد رکھیں اور تحفظ ناموس
اہلیت کے لئے انجمن سپاہ صحابہ کے مقامی نوٹس بکریں